ماضی کے جھروکے سے

ابنِ امیر شریعت
سید عطاء المحسن بخاری

۱۹۵۴ء میں اباجی رحمہ اللہ ایک سال جیل کاٹ کر رہا ہوئے۔ ملتان تشریف لائے تو سینکڑوں لوگوں نے انکا والہانہ استقبال کیا۔ خوش آمدید کہا۔ ملتان پلیٹ فارم نعرۂ تکبیر اور ختم نبوت زندہ باد کے خارا شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ اباجی گھر آگئے۔ مگر مسلم لیگی حکمرانوں کی ستم رانیوں سے ان کی صحت جاتی رہی اور وہ امراض کی پوٹ بن گئے۔ علاج معالجہ ہوا مگر صحت لوٹ کر نہ آئی۔ حتیٰ کہ نومبر ۵۴ء میں فالج نے آلیا۔ اباجی تحریکِ تحفظ ختمِ نبوت میں بعض مولویوں کے عذر خواہی اور رہائی پانے کے رویہ سے بہت دل برداشتہ تھے۔ ایک روز اپنے ایک نہایت جاں نثار کارکن مظہر نواز خان درانی صاحب اور کچھ دوسرے احباب سے رات کے گیارہ بجے تک گفتگو جاری رہی وہ لوگ اجازت لے کر اپنے گھر چل دیئے۔ اور اباجی اس کے بعد فالج کی لپیٹ میں آگئے۔ انہی دنوں خیر المدارس کا سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد بھی ہونا قرار پایا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم بھی جلسہ میں مدعو تھے۔ بلکہ مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے مسلک کے مرکزی بزرگ تھے۔ جوں جوں جلسہ قریب آرہا تھا منتظمین جلسہ کے اوسان خطا ہوتے جا رہے تھے۔ انہیں کہیں یہ اطلاع مل چکی تھی کہ احرار ور کرز مولانا احتشام الحق مرحوم کی تقریر نہیں ہونے دیں گے۔ اور جلسہ میں بدمزگی ہو گی۔ مولانا بہ نفس نفیس حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور فرمایا۔ ان کو سمجھائیں یہ مدرسہ کا جلسہ ہے سیاسی جلسہ تو نہیں۔ ہماری ضروریات ہوتی ہیں اور ہم اسی ذریعہ سے پوری کرتے ہیں۔ اباجی نے فرمایا۔ حضرت آپ مطمئن رہیں جلسہ ہو گا اور ضرور ہو گا۔ مولانا مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اس کے بعد اباجی نے احرار کارکنوں کی میٹنگ بلائی اور تمام رضا کاروں کو تلقین کی کہ جلسہ میں گڑبڑ نہ کریں۔ مستری دین محمد صاحب جو بڑے سلجھے ہوئے ساتھی تھے کہنے لگے شاہ جی! یہ آپ فرما رہے ہیں۔ آپکے علم میں ہے کہ یہ شخص خواجہ ناظم الدین کو یقین دلانے والا ہے اور مودودی کا ساتھی۔ یہ تحریک کے قاتل ہیں۔ اباجی نے فرمایا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس دن تم ملتان بھی نہ رہو۔ چنانچہ بڑی رنجیدہ کیفیت کے ساتھ احرار ور کرز خانیوال یا اس سے بھی آگے چلے گئے۔ حضرت امیر شریعت سٹیج پر بہ نفس نفیس تشریف فرما تھے۔ اور مولانا احتشام الحق مرحوم تقریر کرتے رہے۔ جلسہ ختم ہو گیا۔ ساتھی ملتان واپس آگئے۔ منہ لٹکائے ہوئے گردنیں جھکائے ہوئے سائل ہوئے کہ شاہ جی یہ آپ نے کیا کیا؟ فرمایا!

”ہمارے ہاتھوں ان کی داڑھیاں نہیں نوچی جانی چاہئیں۔ پھر ہم میں اور لیگیوں میں کیا فرق ہوا ہم ان کی حفاظت ہی کریں گے!“

۱۹۶۷ء میں ایوب خان کے پالتو بیٹے نے اپنے ڈیڈی کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو یار لوگ

جو کڑی بھول گئے۔ اور ایوب کتا ہائے ہائے کے نعرے ایوب خان مرحوم نے اپنے کانوں سے سنے۔ اس نے یہ کہہ کر استعفیٰ دے دیا کہ اب تم "پر کتا" حکومت نہیں کرے گا اور وہ گوشۂ عافیت میں چلا گیا۔ بھٹو اپنے سوشلزم سمیت دندناتا رہا جن لوگوں کو بائیں بازو کے علانیہ فسق و فجور سے محبت ہے انہوں نے ایوب خان کے اس نافرجام بیٹے سے یاری گانٹھ لی بڑے قصیدے لکھے گئے یہاں تک غلو کیا گیا کہ:

مفتی بھٹو اور ولی

مل بیٹھے تو ناؤ چلی

قومی "فساد" کی تحریک کے نتیجے میں پاکستان کا ابن علقمی برسر اقتدار آیا۔ یحییٰ قزلباش نے الیکشن کرائے تو مجیب الرحمٰن کو اس کے جیتنے کی سزا ملی۔ اور وہ "اُدھر تم" کا شاہکار ٹھہرا۔ مغربی پاکستان کو نیا پاکستان کہہ کے "ادھر ہم" کا راگ اس زور سے الاپا گیا کہ پاکستانیوں کو اپنے ایک بازو کے کٹ جانے کا غم بھی بھول گئے۔ قائد اعظم کا دو قومی نظریہ دریائے برہم پتر میں ڈبو کر خود کالے ناگ کی طرح ابھرے اور ملحدین پاکستان کا ننگا ناچ شروع ہو گیا۔

ان دنوں جمعیت العلماء اسلام پیپلز پارٹی کی حلیف جماعت تھی۔ انہوں نے بھی بھٹو صاحب کی رفاقت میں بہت حلاوت محسوس کی۔ اور اس لذتیت میں ایسے محو ہوئے کہ اپنوں پرایوں کی پہچان کھو بیٹھے۔ ابھی بھٹو صاحب کا سوشلزم نئے معنی کا لباس زیب تن کر کے لوگوں کی آنکھوں میں پوری دھول نہیں جھونک پایا تھا کہ علماء کے ایک طبقہ نے سوشلزم کو کافرانہ نظام کہہ کر تنسیخی دینے کا فیصلہ کیا علماء کے اس گروہ کو مرکزی جمعیت العلماء اسلام کہا گیا۔ (لیکن ان کی مساعی بوجوہ محدود ہو گئیں) علماء کے اس گروہ کے سرخیل مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم تھے۔ آپ مسلم لیگ کے حلیف علماء میں سے تھے مگر ان کی مستقل حیثیت کے پیش نظر ملتان کے چند احباب نے ان کو ملتان میں بلایا تو مولانا کو کہیں سے اس کی بو آ گئی کہ جمعیت العلماء اسلام (مفتی محمود گروپ) کے جتھہ بردار خصوصاً مدرسہ قاسم العلوم کے پٹھان طلباء و علماء انکی ٹوپی اتاریں گے۔ مولانا نے بغیر کچھ بتائے مجھے بلالیا اور پھر اپنے ساتھ ہی رکھا۔ شاید اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ راقم حضرت امیر شریعت کا فرزند ہے اور ملتان میں ہی ان کا مرقد بھی ہے۔ ہو سکتا ہے دینی مدارس کے لوگ کچھ لحاظ کریں اور بپاس خاطر احباب کوئی بد تمیزی نہ کریں کیونکہ ماضی میں خیر المدارس کا واقعہ ان کے حافظہ میں تھا۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا کہ اختلاف مسائل و مشرب کے باوجود علماء اسلام کا وطیرہ یہی رہا ہے مگر صاحب ہوا یہ کہ مولانا احتشام الحق مرحوم نے شاہی عید گاہ میں سوا گھنٹہ تو کامیاب تقریر کی۔ آپ تبدیلیٔ اعضاء پر ایک مزاحیہ واقعہ سنا رہے تھے کہ اور کہہ رہے تھے کہ ایسا زمانہ آ گیا کہ کوئی کسی مرنے والے کے دروازے پر جائے تو اس کے وارث یہ سمجھیں گے کہ تعزیت مسنونہ کے لئے آیا ہے لیکن پوچھنے پر وہ کہے گا میں تو آپ کے والد ماجد کا ہاتھ یا ناک لینے آیا ہوں۔ کہ میرے ایک بھائی کو اس کی بہت سخت ضرورت ہے۔ کہ اتنے میں سانپ کی پھنکار کی آواز پیدا ہوئی۔ جتھہ بند مولویں نے سانپ سانپ کا شور مچایا اور جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ لوگ بھاگنے لگے تو میں جو اسٹیج پر بیٹھا ہوا سارا تماشا دیکھ رہا تھا اٹھا اور مولانا احتشام الحق مرحوم کی گردن میں ہاتھ حمائل کر

کے عرض کیا مولانا اب نہیں جانا اب تو ضرور تقریر کرنا ہے پھر میں نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور کہا کہ:

"ساتھیو آج کا دن ہماری زندگی کا آخری دن ہے۔ ان فسادیوں کے گلے دبوچ لو۔ انہوں نے نئے یارانے پر پچھلی سنگتیں قربان کر دی ہیں انہوں نے آج اللہ کے گھر میں وہ کرتوت کیا ہے کہ ان کی اپنی زندگی بھی داؤ پر لگ گئی ہے"۔

گلہ وفائے جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

جلسہ ہوگا ابھی ہوگا اور مولانا تقریر فرمائیں گے میں دیکھوں گا کہ اب کون ہے جو مولانا احتشام الحق کی تقریر کو خراب کرے گا۔ پھر مولانا نے تقریر مربوط کی اور لوگ آ کے بیٹھ گئے فسادی بھاگ گئے ان بھاگنے والوں میں مدرسہ قاسم العلوم کے پشتون طلباء ڈنڈا بردار جمعیت مفتی گروپ کے کارکن موجود تھے۔

اسی زمانہ میں ایک روز مولانا محمد شریف صاحب مرحوم جو مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور خیر المدارس کے مہتمم تھے ہمارے گھر آئے اور مولانا احتشام الحق کی تقریر اور جمعیت کے کارکنوں کی بدتمیزی کے خطرہ کے پیش نظر مجھے فرمایا کہ تم رات کو آجانا جلسہ مدرسہ کی مسجد میں ہے چنانچہ ان کے حکم پر مدرسہ پہنچ گیا۔ اور گیٹ پر کھڑے ہوئے پیپلز پارٹی اور جمعیت مفتی گروپ کے افراد کو باہم کھسر پھسر کرتے ہوئے پایا۔ میں نے ان سے صاف کہہ دیا کہ تمہاری ہماری دوستی عید گاہ والے واقعہ کے بعد ختم ہو چکی ہے۔ آج اگر تم نے کوئی حرکت کی تو ایک نہ ایک آدمی مارا جائے گا۔ عافیت اسی میں ہے کہ مولانا کی تقریر سنو اور اپنا اختلاف قائم رکھو۔ تمہیں اس کا حق ہے۔ یہ مدرسہ کا جلسہ ہے اور یہ ہماری مادر علمی ہے۔ ہم اس کے تقدس پر تمہیں قربان کر دیں گے۔ اگرچہ مولانا کے ساتھ ہم بھی اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ بس پھر کیا تھا الحمدللہ کسی کو گڑبڑ کی جرأت نہ ہوئی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ گھر پر تشریف لائے کھانے سے فراغت کے بعد حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے برادر بزرگ حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ سے فرمایا کہ آج میں اس لئے آیا ہوں کہ تم مولانا کے ساتھ مل کر کام کرو مولانا بالکل تنہا ہیں۔ بہت سی باتیں ہوئیں گلے شکوے ماضی و حال پر تبصرے۔ آخر میں سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ نے فرمایا:

"مولانا آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ حضرت مولانا تھانوی تلوار تو ہماری ہیں مگر قبضہ دولتانے کا ہے! اس میں تبدیلی کا یقین آپ دلادیں ہم تو مولانا کے خادم ہیں۔"

مگر اس میں تبدیلی کے لئے مولانا احتشام الحق آمادہ نہ ہوئے۔ اور بات ادھوری رہ گئی۔ اور اس کا اختتام یوں ہوا کہ مولانا کے بڑے فرزند مولانا احترام الحق پیپلز پارٹی کے ہو کر رہ گئے۔ علماء کرام سیکولر سیاست کے چکر میں ایسے الجھے کہ ۱۹۵۶ء سے اب تک ہچکولے کھا رہے ہیں مگر اپنی شناخت قائم نہ رکھ سکے۔